رزق حلال

خُرّم مُراد

منشورات

کو رزق دیا ہے اس میں سے پاکیزہ چیزوں کو کھاؤ۔ آپؐ نے ایک آدمی کا ذکر کیا کہ وہ لمبا سفر کرتا ہے' اس کے بال بکھرے ہوئے ہیں' گرد آلود ہیں' گرد میں بری طرح اٹا ہوا ہے' وہ اپنے دونوں ہاتھ آسمان کی طرف پھیلاتا ہے اور دعا کرتا ہے' کہ اے میرے رب' اے میرے رب' حالانکہ اس کا کھانا بھی حرام ہے' اس کا پینا بھی حرام ہے' اس کا لباس بھی حرام ہے اور اس کی پرورش بھی حرام سے کی گئی ہے۔ اس آدمی کی پکار کیسے سنی جائے گی؟

یہ طویل حدیث اپنے اندر بہت سارے سبق رکھتی ہے۔

پہلی بات تو خود نبی کریمؐ کا یہ قول ہے کہ اللہ تعالیٰ خود طیب ہے اور وہ اسی چیز کو پسند کرتا ہے جو طیب ہو۔ کیونکہ اللہ کی صفت کا یہ تقاضا ہے کہ کوئی ایسی چیز جو حلال سے دور ہو' حرام سے قریب ہو' وہ صدقہ ہو' عمل ہو' خرچ ہو' وہ اللہ تعالیٰ قبول نہیں فرماتا۔ صدقہ صرف وہی نہیں ہوتا کہ جو آدمی کسی غریب اور فقیر کو دے دے بلکہ نبی کریمؐ نے صدقے کی یہ تعریف فرمائی ہے کہ ہر وہ مال جو آدمی حق کی ادائیگی میں خرچ کرتا ہے صدقہ ہے۔ اپنے آپ پر خرچ کرتا ہے' جسم کو کھلاتا ہے' پلاتا ہے تاکہ اس کی صحت برقرار رہے' وہ دنیا کے کام کر سکے اور آخرت کما سکے تو وہ بھی صدقہ ہے۔ اپنے رشتہ داروں کو اپنے اہل وعیال کو اگر وہ مال دیتا ہے اور ان پر خرچ کرتا ہے تو وہ بھی صدقہ ہے۔ اللہ تعالیٰ وہی عمل قبول کرتا ہے جو پاک ہو اور وہی مال قبول کرتا ہے جو پاکیزہ ہو۔ قرآن مجید میں اس کی تشریح بہت جگہ فرمائی گئی ہے۔

اس لیے نبی کریمؐ نے واضح طور پر ہدایت فرمائی کہ اللہ کے حضور ناپاک مال پیش مت کرو' اور وہ مال بھی اللہ کی راہ میں نہ دو جو ناکارہ ہو اور کسی کام کا نہ رہے۔ اللہ تعالیٰ خود طیب ہے' اسی لیے وہ اعمال میں سے اور مال میں سے اسی چیز کو قبول فرماتا ہے جو پاکیزہ ہو۔ چنانچہ اگر حرام کی کمائی ہے اور حرام مال سے اللہ کی راہ میں خرچ کیا جائے اور بندوں کے حقوق ادا کیے جائیں تو یہ اللہ تعالیٰ قبول نہیں فرماتا۔

دوسری بات آپؐ نے یہ فرمائی کہ جس بات کا اللہ نے اپنے رسولوں کو حکم دیا ہے اسی بات کا اس نے ایمان لانے والوں کو حکم دیا ہے۔ کچھ اعمال تو ضرور ایسے ہیں کہ جو اللہ کے رسولوں کے لیے خاص ہیں لیکن اللہ نے اپنے رسولوں کو ان ساری ہدایات اور احکام کا پابند کیا ہے جن کا مطالبہ وہ رسولوں پر ایمان لانے والوں سے کرتا ہے۔ ''اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَیْہِ مِنْ رَّبِّہٖ (البقرۃ ۲:۲۸۴)'' رسول اس ہدایت پر ایمان لایا ہے جو اس کے رب کی طرف اس پر نازل ہوئی ہے''۔ اللہ کا رسول بھی اسی طرح ایمان لاتا ہے جس طرح ایمان لانے والے ایمان لاتے ہیں۔ دوسرے الفاظ میں اگر اللہ کے رسول خود ایمان رکھتے ہیں تو اسی بات کی ہدایت اور حکم ایمان لانے والوں کو بھی ہے کہ صحیح اور سچا' پکا ایمان رکھیں۔ اگر ان سے عمل صالح کا مطالبہ ہے تو سارے مومنین سے بھی عمل صالح کا مطالبہ ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ نے رسولوں سے یہ چاہا ہے کہ جو حق ان کو دیا گیا ہے' وہ اس کو پہنچائیں اور اس کی تبلیغ کریں تو سارے ایمان لانے والوں سے بھی یہی مطالبہ ہے۔

نبی کریمؐ نے فرمایا: اِنَّ اللّٰہَ اَمَرَ الْمُؤْمِنِیْنَ بِمَا اَمَرَ الْمُرْسَلِیْنَ، اللہ نے مومنین کو ان ساری باتوں کا حکم دیا ہے اور تاکید فرمائی ہے جس کا حکم اس نے ان کو دیا ہے جن کو اس نے اپنا رسول بنا کر بھیجا ہے۔ یہ بات کہنے کے بعد نبی کریمؐ نے دو آیات کی تلاوت فرمائی۔ پہلی آیت میں تو یہ فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولوں کو کس بات کا حکم دیا ہے۔ چنانچہ قرآن مجید کی آیت ہے: یٰٓاَیُّھَا الرُّسُلُ کُلُوْا مِنَ الطَّیِّبٰتِ، یعنی جو پاکیزہ چیزیں ہیں وہی کھاؤ۔ جو آدمی کھاتا ہے اس کے تین معنی ہوتے ہیں۔ پہلی بات یہ کہ جو غذا اس کے جسم میں جارہی ہے' اس میں شراب' سور کا گوشت' مردار یا کوئی اور شے جسے اللہ نے اور اس کے رسولؐ نے حرام قرار دیا ہے' شامل نہ ہو۔ یہ تو ظاہراً بھی ناپاک ہیں اور بالعموم شاید ہی کوئی مسلمان جو اللہ سے ذرا بھی تعلّق رکھتا ہو' اور اس کی اطاعت کرنا چاہتا ہو' وہ جانتے بوجھتے کوئی ایسی حرام چیز کھائے گا جس کو اللہ نے کھلم کھلا واضح طور پر حرام قرار دے دیا ہو۔

یہ بڑا ہی عبرت ناک منظر ہے کہ آدمی نیکی کی خاطر اور اللہ کی رضا کی خاطر سفر کرتا ہے۔ وہاں جا کر روتا دھوتا ہے' مال بھی خرچ کرتا ہے' سفر کی تکالیف بھی اٹھاتا ہے اور اللہ سے مانگتا بھی ہے' گڑگڑاتا بھی ہے' عاجزی بھی کرتا ہے' لمبی لمبی دعائیں کرتا ہے لیکن دعائیں قبول نہیں ہوتیں۔ اور دعائیں اس لیے قبول نہیں ہوتیں کہ جو مانگنے والا ہے اس کی پرورش حرام سے ہوئی ہے' جو لقمہ جسم کے اندر جا رہا ہے وہ حرام سے کمایا ہوا ہے' جو کچھ آدمی کو مل رہا ہے وہ حرام کا ہے اور جو کچھ پہنتا ہے وہ بھی حرام کا ہے۔ لہٰذا سب سے پہلی بات جو اس حدیث سے معلوم ہوتی ہے' وہ یہ ہے کہ اللہ کے حکم کی ایسی نافرمانی ہو تو دعائیں قبول نہیں ہوتیں۔ اس آدمی کی دعا نہیں سنی جاتی۔ ایسے آدمی کی دعا کیسے سنی جائے گی جو اللہ کی اتنی نافرمانیاں کر کے اس کے حضور میں حاضر ہوا ہے۔

دعاؤں کی قبولیت کا رزقِ حلال کے ساتھ بڑا گہرا تعلق ہے۔ دوسری احادیث میں اس بات کو وضاحت سے بیان کیا گیا ہے۔ پھر آپؐ نے اسی آیت سے ملتی جلتی آیت تلاوت فرمائی: یٰٓاَیُّھَا النَّاسُ کُلُوْا مِمَّا فِی الْاَرْضِ حَلٰلًا طَیِّبًا، لوگو! زمین میں سے وہی چیزیں کھاؤ جو حلال اور پاکیزہ ہیں۔ نبی کریمؐ کے ایک بڑے قریبی صحابی حضرت سعد بن ابی وقاصؓ تھے۔ یہ عشرہ مبشرہ میں سے ہیں اور فاتح ایران کہلاتے ہیں اور قادسیہ کی جنگ جس میں ایران فتح ہوا تھا' کمانڈر تھے۔ وہ کھڑے ہوگئے اور فرمایا کہ اے اللہ کے رسولؐ! آپؐ دعا کیجیے کہ میں مستجاب الدعوات ہو جاؤں' یعنی میں ایسا آدمی ہو جاؤں کہ جس کی دعا سنی جائے اور قبول ہو جائے۔ انھوں نے نبی کریمؐ سے درخواست کی کہ مجھے یہ مقام حاصل ہو کہ میں جو بھی مانگوں اور جو بھی طلب کروں' اللہ تعالیٰ کے سامنے جو دعا پیش کروں' وہ قبول کی جائے۔ آپؐ نے فرمایا: اے سعدؓ اپنے کھانے کو پاکیزہ رکھو' جو کماؤ' اپنے اوپر جو خرچ کرو' جو کھاؤ اور پیو' پاکیزہ ہو۔ اگر تم ایسا کرو گے تو تم اس کے بعد ایسے ہو جاؤ گے کہ تمھاری دعائیں قبول ہوں گی۔ یہ بھی فرمایا کہ ایک حرام لقمہ پیٹ کے اندر ڈالا

جاتا ہے تو چالیس دن تک کوئی عمل قبول نہیں ہوتا۔

یہ طبرانی کی حدیث ہے جس میں یہ وعید سنائی گئی ہے کہ اگر ایک لقمہ بھی پیٹ میں ایسا جائے جو اللہ تعالیٰ نے حرام کیا ہو تو چالیس دن تک کوئی عمل' نمازیں' روزے اور دوسری نیکیاں قبول نہیں ہوتیں۔ حدیث میں سُحتٌ کا لفظ استعمال ہوا ہے اور سُحتٌ کے لغوی معنی کسی چیز کی جڑ کاٹ دینا ہیں۔ قرآن مجید میں یہ لفظ یہودیوں کے ذکر میں کئی جگہ آیا ہے' وَاَكْلِهِمُ السُّحْتَ' يَاْكُلُوْنَ السُّحْتَ' یعنی خوب بڑھ بڑھ کر حرام کھاتے ہیں اور ان کے لیڈروں اور علما کو انھیں حرام کھانے سے منع کرنا چاہیے۔ سُحت کا لفظ رشوت کے معنوں میں بھی استعمال ہوتا ہے۔ لہٰذا جس جسم کی پرورش حرام کے مال سے کی گئی ہو' رشوت کے مال سے کی گئی ہو' آگ اس کی زیادہ مستحق ہے کہ وہ اس جسم کو کھائے' بجائے اس کے کہ اس کے اعمال اللہ کے ہاں قبول ہوں اور اس کی دعائیں قبول کی جائیں۔ اس حدیث سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ دعاؤں کی قبولیت کا انحصار رزق حلال پر ہے' اور اگر حرام مال ہو' حرام غذا ہو' حرام کمائی ہو تو دعائیں قبول نہیں ہوتیں۔

یہ سوال ہمارے ذہن میں پیدا ہونا چاہیے اور اکثر پیدا بھی شاید ہوتا ہوگا کہ ہمارے ہاں دعاؤں کی تو کوئی کمی نہیں ہے' ہر نماز کے بعد ہم اللہ کے آگے ہاتھ پھیلا دیتے ہیں' خوب خوب دعائیں ہوتی ہیں' ہزاروں لاکھوں مسلمان دعائیں کرتے ہیں' اللہ کے آگے ہاتھ پھیلاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اے اللہ' اے اللہ' اے رب' اے رب' سن لے' روتے ہیں' گڑگڑاتے ہیں۔ رات کی تنہائیوں میں بھی دعائیں مانگی جاتی ہیں۔ اللہ کے بہت سارے بندے ہیں' جو راتوں کو کھڑے ہوتے ہیں' اندھیرے میں کھڑے ہوتے ہیں' ہاتھ باندھ کر کھڑے ہوتے ہیں' اس کے آگے پیشانی ٹیک دیتے ہیں' گڑگڑا کے دعائیں مانگتے ہیں۔ لاکھوں آدمی اللہ کے گھر کا سفر کرتے ہیں' اپنا پیسہ خرچ کرتے ہیں' تکلیف اٹھاتے ہیں' گھر بار چھوڑتے ہیں' کاروبار ترک کرتے ہیں' حرم میں حاضر ہوتے ہیں' خانہ

حکم بڑا واضح اور صاف ہے۔ اللہ نے جہاں میراث کے احکام بیان کیے ہیں وہاں قرآن کا انداز بڑا واضح اور بڑا سخت ہے اور نبی کریمؐ نے بھی اس کی بڑی واضح تشریح فرمادی ہے۔ کسی وارث کو اس کے ورثے سے محروم نہیں کیا جاسکتا۔ کوئی وارث کسی دوسرے کا مال اپنے قبضے میں لاکر استعمال نہیں کرسکتا۔ مال کی وصیت بھی ایک تہائی سے زیادہ جائز نہیں ہے۔ لیکن سب جانتے ہیں کہ ورثے کے اندر خورد برد بہت عام ہے۔ ایک تو رواج ہی چلا آتا ہے کہ لڑکیوں کو اور عورتوں کو ورثے سے محروم کردیا جاتا ہے۔ اچھے اچھے لوگ غور نہیں کرتے کہ عورتوں کے جس حصے کو ان کے رب نے ان کو متعین کرکے دے دیا تھا' وہ انھوں نے کیسے رکھ لیا۔ اس کے بارے میں سورہ نساء کے اندر بڑی وعید ہے اور ایسے آدمی کو جو ورثے کے اندر زیادتی اور تجاوز کرتا ہے جہنم کی خوش خبری سنائی گئی ہے۔ لوگ چھوٹی چھوٹی چیزوں کی پروا نہیں کرتے۔ مرنے والے کی ہر چیز ورثہ ہے' اس کا لباس' اس کے جوتے' اس کے استعمال کی چیزیں' اس کا مال ہر چیز' ایک ایک آنہ بلکہ ایک ایک پائی پر بھی وارثوں کا حق ہے۔

رشوت معاشرے کے اندر اتنی عام ہوگئی ہے کہ اب یہ تصور بھی نہیں کیا جاتا کہ اس کے بغیر معاشرہ قائم رہ سکتا ہے۔ یہ آہستہ آہستہ معاشرے کی جڑیں کاٹتی چلی جارہی ہے۔ اس کی وجہ سے حق اور انصاف رخصت ہوگیا ہے۔ کسی کو یہ یقین نہیں ہے کہ میرا حق بغیر رشوت کے مل سکتا ہے۔ کسی بھی کاروبار کے اندر' کسی بھی معاملے کے اندر لوگ خوب بڑھ کر ہاتھ مارتے ہیں اور رشوت کھاتے ہیں۔ ویسا ہی حال ہے جیسا قرآن مجید نے بنی اسرائیل کے بارے میں کثرت سے ذکر کیا ہے کہ حرام کا مال کھانے والے ہیں۔ ان پر اللہ کا جو غضب نازل ہوا' وہ اسی وجہ سے نازل ہوا ہے۔

اَلرَّاشِیْ وَالْمُرْتَشِیْ کِلَاھُمَا فِی النَّارِ ' رشوت لینے والا اور دینے والا دونوں ہی جہنم میں جائیں گے۔ رشوت حکمرانوں کے لیے اور کسی بھی انسان کے لیے

ناجائز ہے۔ ایک صاحب کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صدقہ وصول کرنے کے لیے بھیجا۔ اس زمانے میں یہ حکومت کا ایسا منصب تھا جس طرح آج کل انکم ٹیکس آفیسر ہوتے ہیں۔ وہ صدقہ وصول کرنے کے لیے گئے۔ بالکل ٹھیک ٹھیک' صاف صاف معاملہ کر کے آئے۔ کسی کے ساتھ کوئی زیادتی نہیں کی' بے انصافی نہیں کی۔ صدقے کا مال وصول کیا اور اللہ کے رسولؐ کے پاس لا کر حاضر کر دیا اور کہا کہ یہ صدقہ ہے۔ کچھ اور بھی مال ان کے پاس تھا۔ حضورؐ نے پوچھا کہ یہ مال تمھارے پاس کہاں سے آیا؟ انھوں نے کہا کہ لوگوں نے یہ مجھے ہدیے کے طور پر دیا ہے۔ نہ کوئی ایسا ثبوت تھا نہ کوئی ایسی بات تھی کہ ہدیہ قبول کر کے ان صاحب نے کوئی زیادتی کی ہو' کوئی ناانصافی کی ہو یا بیت المال کے اندر کوئی خیانت کی ہو۔ لیکن آپؐ نے کہا: اگر تم گھر بیٹھے رہتے تو کیا تمھیں یہ مال ملتا؟ چنانچہ آپؐ نے سارا مال ضبط کر کے بیت المال میں داخل کر دیا۔ تو یہ بھی رشوت کی تعریف میں آتا ہے۔

ایک آدمی کہتا ہے کہ میں نے کوئی زیادتی نہیں کی ہے' بے انصافی بھی نہیں کی ہے' حقدار کو حق ادا کر دیا ہے' اس تحفے اور ہدیے سے کیا فرق پڑتا ہے۔ لیکن یہی مال تو رشوت خوری ہے جو آہستہ آہستہ انصاف کی' حق کی اور حقوق کی ادایگی کی جڑ کاٹ دیتا ہے اور معاشرہ کھوکھلا ہوتا چلا جاتا ہے۔ حکمران بیرونی آقاؤں سے رشوت لیتے ہیں۔ سودے کرنے والے اور معاہدے کرنے والے ان سے رشوت کھاتے ہیں۔ سیاسی معاہدے رشوت کے بل پر ہوجاتے ہیں۔ قوموں کی آزادی کے سودے رشوت کے بل پر ہوجاتے ہیں۔ مسلمانوں کی تاریخ اس بات سے بھری ہوئی ہے۔ اسپین میں مسلمان ایک ایک کر کے اس لیے ضائع ہوتے گئے کہ ان کے حکمران اور ان کے امرا عیسائی بادشاہوں سے رشوت لیتے تھے اور مسلمان حکومتوں کی جڑیں کھوکھلی کرتے اور کاٹتے تھے۔ اسی لیے سحت کے معنی جڑ کاٹنے کے ہیں جو رشوت کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔

سود کے بارے میں فرمایا گیا ہے: وَاَخْذِهِمُ الرِّبٰو وَقَدْ نُهُوا عَنْهُ وَاَكْلِهِمْ

اَمۡوَالَ النَّاسِ بِالۡبَاطِلِ (النساء ۴:۱۶۱)' سود لیتے ہیں جس سے انھیں منع کیا گیا ہے اور لوگوں کے مال ناجائز طریقوں سے کھاتے ہیں۔ سود کے خلاف اعلان جنگ کیا گیا ہے۔ سود کے اس پیسے کے اندر کیا گندگی ہوتی ہے' یہ تو اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے لیکن سود حرص اور لالچ کو بڑھاتا ہے۔ آدمی چاہے کہ بغیر محنت کے اور کمائی کے مال آتا جائے اور یہ بات معاشرے کے اندر پھیل جائے تو اس کے اندر فساد پیدا ہونا شروع ہو جاتا ہے۔ بغیر محنت کے مال کمانے کی اور مال حاصل کرنے کی حرص اور لالچ پیدا ہو جائے تو معاشرے کی پوری کی پوری بنیادیں ڈھے جاتی ہیں۔ اسی لیے فرمایا گیا کہ سود تو اتنی بڑی برائی ہے اور سود سے یہ خرابیاں پیدا ہوتی ہیں۔

ایک خرابی ناپ تول میں کمی کرنا ہے جو بڑی عام ہے۔ اتنی پھیلی ہوئی ہے کہ آدمی جہاں بھی مال لیتا ہے تو اس میں خیال کرنا بڑا مشکل ہوتا ہے کہ کتنا حرام ملا ہے اور کتنا حلال۔ گنے کے کاشت کار ملوں پر آتے ہیں' گنا فروخت کرتے ہیں' تول میں فرق ہوتا ہے اور اس طرح مل مالک کاشت کاروں کو ان کے نفع سے محروم کر دیتے ہیں۔

ناپ تول کی کمی اتنی عام ہو تو اس سے قومیں تباہ و برباد ہو جاتی ہیں۔ ناپ تول کی کمی سے بھی حرام کی کمائی آتی ہے۔ اسی ناپ تول کی کمی سے خرابیاں پیدا ہوتی ہیں۔ کراچی کے ایک بہت بڑے تاجر ہیں' ان کی بڑی دوکانیں بھی ہیں' کاروبار بھی ہیں' فیکٹریاں بھی ہیں اور دین دار بھی ہیں۔ کہنے لگے کہ میں آپ کو اپنا واقعہ بتاؤں کہ ایک دفعہ میں نے یہ سوچا کہ میں بالکل حلال کھاؤں گا۔ میں اپنی بہن کے پاس گیا اور کہا کہ آپ اپنی حلال کی کمائی سے سو روپے یا پچاس روپے مجھے دے دیں۔ وہ بہت پریشان ہوئیں کہ لکھ پتی اور کروڑ پتی آدمی مجھ سے اتنے سے پیسے مانگ رہا ہے۔ انھوں نے کہا کہ میں چاہتا ہوں کہ اپنی حلال کی کمائی کھاؤں۔ چنانچہ میں منڈی میں گیا اور میں نے پیاز خریدا' پیاز مجھے پانچ روپے سیر ملا۔ باہر آیا تو معلوم ہوا کہ پیاز ہر جگہ تین روپے سیر بک رہا ہے۔

میں نے ٹھیلے والوں سے پوچھا کہ یہ کیا کرشمہ ہے کہ منڈی کے اندر پانچ روپے بکتا ہے اور تم اس کو تین روپے سیر دیتے ہو۔ اس نے ایک ترازو پکڑ لیا کہ اس کے بل پر ہے' کم تولتے ہیں اور نفع کما لیتے ہیں۔ بڑے بڑے لوگ جن کو اللہ نے لاکھوں کروڑوں دیا ہے فیکٹریاں چلا رہے ہیں' بڑی بڑی دکانیں ہیں' ان کے ہاں بھی اگر ناپ تول میں کمی ہو تو یہ بھی اسی حرام کی تعریف میں آتا ہے۔

یہ حدیث جو میں نے آپ کے سامنے پڑھی ہے اس میں نبی کریمؐ نے فرمایا کہ اللہ نے صرف پاکیزہ کھانے کی اجازت دی ہے' وہی قبول بھی فرماتا ہے۔ آپؐ نے جس آدمی کا ذکر کیا ہے وہ تو بڑا عبرت ناک ہے۔ ایک آدمی لمبے سفر کرتا ہے' اس میں مشقت اٹھاتا ہے' سر کے بال پریشان ہیں' پرانے زمانے کے سفر کا ذکر ہے دھول اور گرد پڑی ہوئی ہے اور کپڑے بھی گرد سے اٹے ہوئے ہیں۔ اور اللہ کے آگے ہاتھ پھیلائے ہوئے کہتا ہے یا رب' یا رب۔ اے میرے رب' اے میرے رب۔ روتا ہے' گڑگڑاتا ہے' آنسو بہاتا ہے' مانگتا ہے لیکن اس حال میں آیا ہے کہ کھانا بھی حرام' پینا بھی حرام' لباس بھی حرام' جو جسم بنا ہے وہ بھی حرام سے بنا ہے۔ ایسے آدمی کی دعا کیسے سنی جائے گی!

اگر آج ہم یہ دیکھتے ہیں کہ اتنی دعاؤں کے باوجود دعائیں قبول نہیں ہوتیں تو اس کا سراغ اس حدیث کے اندر موجود ہے۔ معاشرہ جاہلیت کے اندر مبتلا ہے' معاشرے کے اندر ظلم ہے' معاشرے کے اندر آدمی مجبور ہو جائے لیکن کم سے کم جو چیز ہمارے اختیار میں ہے اس کے لیے تو ہم قابل مواخذہ ہیں۔ اللہ کے سامنے کوئی کہتا ہے' کہ اے اللہ! میں مجبور تھا' کوئی چیز میرے اختیار میں نہیں تھی۔ کوئی آدمی اس کے لیے تو مجبور نہیں ہے کہ پچاس لاکھ کا نفع ضرور کمائے۔ آدمی مجبور اس لیے ہوتا ہے کہ قناعت کے ساتھ اپنی زندگی گزارے۔ وہ بھی ممکن نہ ہو تو اللہ کے سامنے شاید اپنی جواب دہی کر سکے۔ لیکن ہر آدمی کے اختیار میں ہے کہ وہ اپنی کمائی کو حلال کرے' اپنے رزق کو حلال کرے' لقمہ منہ میں جائے تو حلال کا جائے'

لباس پہنے تو حلال کا پہنے۔ ورنہ یہ نیک اعمال' یہ نمازیں' یہ صدقات ان میں سے کیا چیز فائدہ دے سکتی ہے۔ دعا کیوں نہیں قبول ہو رہی؟ اس لیے کہ قوم کے اتنے گھر ایسے ہوں گے جو حرام سے پل رہے ہیں۔ ایک تو گرد و غبار میں حرام موجود ہے اور وہ ہر ایک کو جا کے لگتا ہے۔ لیکن ہمیں سوچ کے فیصلہ کرنا چاہیے کہ جس کمائی کے اوپر میرا اختیار ہے' جس حرام کو رد کرنا میرے اختیار میں ہے' اس کے لیے مجبور نہیں ہوں' مضطر نہیں ہوں' کم سے کم میں اس سے اپنا دامن بچاؤں گا۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ برکت دے گا' دعائیں قبول ہوں گی' اللہ کی مدد ساتھ ہوگی اور حالات بھی ٹھیک ہوں گے۔

جس حدیث کا مطالعہ کیا گیا ہے' اس کا اُردو ترجمہ درج ذیل ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

بے شک اللہ پاک ہے اور وہ پاکیزہ چیز کو ہی قبول کرتا ہے۔ بے شک اللہ نے مومنین کو بھی اس چیز کا حکم دیا جس کا اپنے رسولوں کو حکم فرمایا: ''اے میرے انبیاء' پاکیزہ چیزیں کھاؤ اور نیک عمل کرو'' اور مومنین کے بارے میں فرمایا: ''اے ایمان والو! اس پاکیزہ رزق میں سے کھاؤ جو ہم نے تمھیں دیا''۔ پھر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ایسے آدمی کی مثال بیان کی جس نے لمبا سفر کیا۔ اس کے بال پراگندہ ہیں' چہرہ غبار آلودہ ہے۔ اپنے دونوں ہاتھ آسمان کی طرف اٹھاتا اور کہتا ہے: اے رب! اے رب! حالانکہ اس کا کھانا حرام' اس کا پینا حرام' اس کا لباس حرام اور حرام طریقے سے پرورش ہوئی۔ پس ایسے شخص کی دعا اللہ کے ہاں کیونکر قبول ہوگی؟ (رواہ مسلم)

ooo